کیا یہ سچ نہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام نے لوگوں سے پوچھا تھا کہ ''میرا مددگار کون ہوگا اللہ کی جانب؟'' اگر یہ سچ ہے تو سوال یہ ہے کہ مددگار کس کام میں مدد کیلئے درکار تھے؟ آسمان پر جانے کیلئے؟ یا ہجرت کیلئے؟

قرآنِ مجید نے بتایا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کی دعوت حق کے جواب میں بنی اسرائیل دو گرہوں میں بٹ گئی تھی۔ ایمان لانے والا گروہ الحواریون اور دوسرا کافر تھا۔ کفر کرنے والوں نے کھلی اور واضح نشانیوں کو صریح جادو قرار دے دیا اور انہیں قتل کرانے کی گھناؤنی سازش تیار کرنے لگے۔

فَلَمَّآ أَحَسَّ عِيسَىٰ مِنۡهُمُ ٱلۡكُفۡرَ قَالَ مَنۡ أَنصَارِيٓ إِلَى ٱللَّهِۖ قَالَ ٱلۡحَوَارِيُّونَ نَحۡنُ أَنصَارُ ٱللَّهِ ءَامَنَّا بِٱللَّهِ وَٱشۡهَدۡ بِأَنَّا مُسۡلِمُونَ ٥٢ رَبَّنَآ ءَامَنَّا بِمَآ أَنزَلۡتَ وَٱتَّبَعۡنَا ٱلرَّسُولَ فَٱكۡتُبۡنَا مَعَ ٱلشَّٰهِدِينَ ٥٣ وَمَكَرُواْ وَمَكَرَ ٱللَّهُۖ وَٱللَّهُ خَيۡرُ ٱلۡمَٰكِرِينَ ٥٤

''پھر جس وقت عیسیٰ (علیہ السلام) نے ان کی جانب سے کفر کو آشکارہ محسوس کیا تو انہوں نے کہا ''میرا مددگار کون ہوگا اللہ کی جانب؟'' حواریون نے کہا ''ہم ہیں اللہ کے مددگار۔ ہم اللہ پر ایمان لائے ہیں اور آپ گواہ رہیں کہ ہم مسلم ہیں''۔ ''ہمارے رب! ہم اس پر جو تو نے نازل کیا ہے ایمان لائے ہیں اور ہم رسول کی پیروی کرتے ہیں پس ہمیں گواہی دینے والوں کے ساتھ لکھ لے''۔ اور کافر لوگوں نے (ان کے قتل کا) منصوبہ بنایا اور اللہ نے اسے ناکام بنانے کی تدبیر کی اور اللہ بہترین (بھلائی کی کامیاب) تدبیریں کرنے والا ہے''۔
(آلِ عمران۔ ۵۲۔ ۵۴)

أَحَسَّ کا مادہ ''ح س س'' ہے اور معنی محسوس کرنا، آگاہ ہونا ہیں۔ جناب راغب نے کہا کہ جب کوئی چیز اس طرح نمایاں اور آشکارہ ہو جائے کہ وہ با آسانی محسوس کی جاسکے تو اس وقت **أَحَسَّ** بولا جاتا ہے۔ اور آشکارہ ہونے والی چیز اگر خطرناک ہو تو احتیاطی تدبیر کی جاتی ہے۔ عیسیٰ علیہ السلام لوگوں کے کفر کی شدت کو محسوس کر لینے پر حفظ ماتقدم کے طور پر احتیاطی تدبیر اختیار کرتے ہوئے اپنے آئندہ لائحہ عمل کیلئے پوچھ رہے ہیں کہ ان میں سے ''کون اللہ کی طرف میرا مددگار ہوگا''۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ یہ مددگار کس کام میں مدد کرنے کیلئے درکار ہیں؟ اللہ کے رسول کو جنگ یا ہجرت کرنے کیلئے لوگوں کی مدد درکار ہو سکتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کو کسی کو آسمان پر اٹھانے کیلئے کسی انسان کی مدد کی ضرورت نہیں پڑتی۔ اللہ تعالیٰ کو آقائے نامدار رسولِ کریم ﷺ کو آسمانوں کے ابواب کے اس پار بلانے، لے جانے اور واپس چھوڑنے کیلئے کسی کی مدد کی ضرورت نہیں پڑی تھی لیکن مکۃ المکرّمہ سے مدینہ منورہ ہجرت کرنے کیلئے آقائے نامدار ﷺ کو سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ضرورت پڑی تھی۔ انہیں ہمارا اسلام ہو۔

کیا حواریون بمعنی انصار (مددگار) ہے؟ عیسیٰ علیہ السلام نے پوچھا تھا مَنۡ أَنصَارِيٓ إِلَى ٱللَّهِۖ ’’کون میرا مددگار ہے اللہ کی جانب؟‘‘ کیا ’’مددگاروں‘‘ سے پوچھنا پڑتا ہے کہ کون میرا مددگار ہے؟ عیسیٰ علیہ السلام نے کن سے پوچھا تھا؟ بتایا

يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ كُونُوٓاْ أَنصَارَ ٱللَّهِ كَمَا قَالَ عِيسَى ٱبۡنُ مَرۡيَمَ لِلۡحَوَارِيِّـۧنَ

’’اے ایمان والو! اللہ کے مددگار بنو جیسے عیسیٰ ابن مریم نے حواریون کیلئے کہا تھا مَنۡ أَنصَارِيٓ إِلَى ٱللَّهِۖ ’’میرا مددگار کون ہو گا اللہ کی جانب‘‘ (حوالہ الصف۔۱۴) قَالَ ٱلۡحَوَارِيُّونَ نَحۡنُ أَنصَارُ ٱللَّهِۖ ’’حواریون نے کہا ’’ہم ہیں اللہ کے مددگار‘‘ (من وعن ایک جیسے الفاظ حوالہ الصف۔۱۴، آل عمران۔۵۲)۔ قرآنِ مجید عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ اہل ایمان گروہ حواریون کی وفاداری اور ساتھ نبھانے کی گواہی دیتا ہے، ان پر بیوفائی یا غداری کا الزام قطعی نہیں لگاتا بلکہ اہل ایمان کو اللہ کا مددگار بننے کی ہدایت دیتے ہوئے ان کی مثال بیان کرتا ہے۔ اس لئے اپنے ان مسلم بزرگان کے متعلق اسرائیلی روایات کے بل بوتے پر کچھ کہنے لکھنے سے اجتناب کرنا چاہئے۔ اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند فرمائے۔

عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق یہ تو سب پر واضح ہے وَرَسُولًا إِلَىٰ بَنِيٓ إِسۡرَٰٓءِيلَ ’’اور بنی اسرائیل کی جانب رسول تھے‘‘ (حوالہ آلِ عمران۔۴۹)۔ اس سے واضح ہے کہ اُن پر ایمان لانے والے یا انکار کرنے والوں کا تعلق اُس وقت بنی اسرائیل کے لوگوں ہی سے ہو سکتا تھا۔ رسول جس کسی قوم میں آتے تھے وہی قوم دو گروہوں میں بٹ جاتی تھی، ایک گروہ کافر اور ایک گروہ ایمان والے۔ عیسیٰ علیہ السلام کے حوالے سے بنی اسرائیل کے متعلق بتایا

فَـَٔامَنَت طَّآئِفَةٞ مِّنۢ بَنِيٓ إِسۡرَٰٓءِيلَ وَكَفَرَت طَّآئِفَةٞۖ

’’تو بنی اسرائیل میں سے ایک گروہ ایمان لایا اور ایک گروہ نے کفر کیا‘‘ (حوالہ الصف۔۱۴)

ابن فارس نے لکھا ہے کہ عرب طائفة کو کسی معین تعداد میں محدود نہیں کرتے تھے نیز انہوں نے یہ بھی لکھا ہے کہ بہر حال اس سے تھوڑی اور معمولی مقدار یا تعداد ہی مراد لی جاتی ہے۔ قرآنِ مجید ابن فارس کی اس رائے کی نفی کرتا ہے

أَن تَقُولُوٓاْ إِنَّمَآ أُنزِلَ ٱلۡكِتَٰبُ عَلَىٰ طَآئِفَتَيۡنِ مِن قَبۡلِنَا

’’یہ اس لئے کہ تم یہ نہ کہو کہ ’’کتاب تو نازل کی گئی تھی ہمارے سے قبل دو گروہوں (بنی اسرائیل اور نصاریٰ) پر‘‘ (حوالہ الانعام۔۱۵۶)

پوری کی پوری قوم کو طَآئِفَةٌ بتایا گیا ہے۔

ٱلۡحَوَارِيُّونَ بنی اسرائیل کا وہ **طَآئِفَةُ** تھا جو ایمان لایا۔ قرآنِ مجید میں ان **ٱلۡحَوَارِيُّونَ** کے علاوہ بنی اسرائیل کا کوئی ایسا گروہ بیان نہیں ہوا جو عیسیٰ علیہ السلام کی زندگی میں اُن پر ایمان لایا ہو۔ کافر گروہ کے مقابل اسی کا تذکرہ ہے۔

اَلۡحَوَارِيُّوۡنَ نے کہا تھا کہ ”**نَحۡنُ** “ہم” (ضمیر جمع متکلم) اللہ کے مددگار ہیں”۔ انہوں نے من حیث الجماعت، گروہ ایمان لانے کا اقرار کیا ہے۔ **حَوَارِيُّوۡنَ** کو **طَآئِفَةُ** کہا گیا ہے ۔ عیسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کی جانب رسول تھے تو واضح ہے کہ **اَلۡحَوَارِيُّوۡنَ** انہی کی ایک جماعت، گروہ، طبقہ تھا جو ایمان لایا۔ واضح ہوا کہ اسرائیلی اور عیسائی لٹریچر سے مستعار لی ہوئی باتوں اور حکایتوں میں قطعی کوئی صداقت نہیں کہ وہ بارہ (Twelve disciples) تھے اور ان میں سے پہلے دو پیروکار بنے وغیرہ۔ اس کا مادہ ”ط و ف“ ہے اور معنی ”کسی چیز کا ٹکڑا، لوگوں کی جماعت جو ہم آہنگیِ فکر وخیال یا اشتراک مذہب کی بناء پر متحد ہو اور اس سبب سے دوسروں سے ممتاز ہو“ (محیط)۔ اور **حَــوَارِيُّــون** کا مادہ ”ح و ر“ ہے۔ ابن فارس نے اس کے بنیادی معنی ایک قسم کا رنگ، پلٹنا اور گھومنا لکھے ہیں۔ ایک دوسرے کو لوٹا کر جواب دینا، تبادلہ گفتگو کے معنوں میں سورۃ الکھف کی آیت ۳۴، ۳۷ اور المجادلۃ کی پہلی آیت میں استعمال ہوا ہے۔ اَلۡمِحۡوَرُ اس لکڑی یا لوہے کو کہتے ہیں جس کے گرد کوئی چیز گردش کرتی ہے۔ اَلۡحَوَرُ ایک لکڑی ہوتی ہے جسے اس کی سفیدی کی وجہ سے بیضاء بھی کہتے ہیں۔ صاغانی نے تصریح کی ہے کہ اس لفظ (حَور) کی بنیاد سفید ہونے پر ہے یعنی اس کے مادہ میں سفید ہونے کا مفہوم ہے۔ اَلۡحَوَارِيَّاتُ شہر کی عورتوں کو کہتے ہیں جن کا رنگ بھی سفید ہوتا ہے اور ویسے بھی اجلی رہتی ہیں۔ اَلۡحُوَّارَیٰ میدے کو کہتے ہیں۔

اللہ الحواریون کے درجات بلند فرمائے۔ انہوں نے اپنے آپ کو اللہ کے مددگاروں کی حیثیت میں پیش کیا۔ سورۃ المائدہ کی آیت ۱۱۱ میں بتایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ بات حواریون کے دل میں ڈالی تھی:

وَإِذۡ أَوۡحَيۡتُ إِلَى ٱلۡحَوَارِيِّـۧنَ أَنۡ ءَامِنُواْ بِي وَبِرَسُولِي قَالُوٓاْ ءَامَنَّا وَٱشۡهَدۡ
بِأَنَّنَا مُسۡلِمُونَ ﴿۱۱۱﴾

”اور جب میں نے حواریون کے دل میں ڈالا کہ ”مجھ پر اور میرے رسول پر ایمان لاؤ“ تو انہوں نے کہا
”ہم ایمان لائے، اور تو گواہ رہ کہ ہم فرمانبردار (مسلم) ہیں“۔

اگر اللہ رب العزت نے عیسیٰ علیہ السلام کو آسمانوں پر اوپر اٹھانا تھا تو **اَلۡحَـوَارِيُّوۡن** کے دل میں ایمان ڈالنے اور عیسیٰ علیہ السلام کو حواریون سے یہ کہنے کی کیا ضرورت تھی کہ اللہ کی جانب (اِلَى اللّٰهِ) کون اُن کا مددگار ہوگا؟ یہ تو معاذ اللہ گمان بھی نہیں کیا جا سکتا کہ حواریون میں سے کسی کو ”روپ دھارنا یعنی ڈپلیکیٹ (duplicate)“ کا کردار ادا کرنا تھا یا عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان پر جانے کیلئے مدد دینی تھی۔